اخبار الرایہ کے شمارہ نمبر 603 سے متفرق مضامین

صفحہ اول کی پیشانی پر

اے مسلمان افواج! سیلاب حد سے گزر چکا ہے اور یہ گھناؤنا یہودی وجود اپنے جرائم پر بضد ہے۔ اب تم میں سے کسی کے پاس نہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے حضور اور نہ ہی اس کے بندوں کے سامنے کوئی عذر باقی رہا ہے۔ اس تمام تر مجرمانہ درندگی اور بربریت کے بعد، جس سے نہ انسان محفوظ رہے، نہ درخت اور نہ ہی پتھر، کیا تم اب بھی سر جھکائے بے حس و حرکت بیٹھے رہو گے؟! اگر تم اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی خاطر اور ان پامال شدہ مقدسات کے لیے غضبناک ہو کر حرکت میں نہیں آتے، تو پھر تم کس بات پر غصہ کرو گے اور کب میدانِ عمل میں نکلو گے؟! کیا تم میں کوئی ایک بھی ایسا نہیں جو اسلام اور مسلمانوں کی نصرت کرے اور ان 'اوس و خزرج' کی مانند بن جائے جنھوں نے اللہ کے رسول ﷺ کو نصرۃ (عسکری مدد) فراہم کی تھی اور آپ ﷺ کے دستِ مبارک پر 'بیعتِ حرب' کا عہد کیا تھا؟۔

===

صفحہ اول کے لیے

خلیفہ راشد: یہی وہ کمی ہے جو ہمیں درپیش ہے۔

یہ بات بالکل واضح ہو چکی ہے کہ مغرب کتنا کمزور ہے اور وہ کس قدر مسلمانوں اور ان کے وسائل پر انحصار کرتا ہے۔ برطانیہ، جو یورپ کی سب سے طاقتور اور بڑی استعماری قوت ہے، قطری گیس کی فراہمی میں صرف دو دن کا تعطل بھی برداشت نہ کر سکا، گویا قطر برطانیہ کے پچھلے باغیچے میں اس کے روزمرہ کے استعمال کے لیے محض ایک اسٹوریج ٹینک ہو۔ یہی حال یورپ کی دوسری طاقتور ترین ریاست فرانس کا ہے، جس کے حکام اس شدید ضرورت کا اظہار کر رہے ہیں کہ انہیں یہ معلوم ہونا چاہیے کہ جنگ کب ختم ہوگی تاکہ وہ اس بات کا اندازہ لگا سکیں کہ انہیں اپنے اسٹریٹجک تیل کے ذخائر سے کتنا حصہ نکالنا پڑے گا۔ دیگر یورپی ممالک کی اسی طرح کی تشویش تو اس سے بھی زیادہ قابلِ فہم ہے کیونکہ وہ تو اس سے بھی زیادہ کمزور اور نازک پوزیشن میں ہیں۔ مسلمانوں کا تیل اور گیس مغربی استعماری طاقتوں کے لیے روزمرہ کے ایندھن کی حیثیت رکھتے ہیں۔

یہ صورتحال دو حقیقتوں کی تصدیق کرتی ہے:

اول: مسلم امت ایک ایسی اسٹریٹجک جنس (توانائی) کی مالک ہے جسے اگر درست طریقے سے سنبھالا جائے تو یہ امت کو مغرب کی معاشی زندگی کے کلیدی ستونوں پر اثر انداز ہونے کے قابل بنا سکتی ہے، جس سے وہ اپنی مرضی کی شرائط، فرائض اور ضوابط منوا سکتی ہے، اور یوں ایک ماتحت کے بجائے ایک برابر کی طاقت بن سکتی ہے۔

دوم: استعماری طاقتیں مسلم ممالک کی دولت اور وسائل کے سہارے زندہ ہیں۔ ان کی معاشی زندگی کی ریڑھ کی ہڈی کا دارومدار ان چیزوں پر ہے جو انہیں مسلم ممالک سے حاصل ہوتی ہیں۔ یہ صرف تیل اور گیس تک محدود نہیں، اگرچہ یہ سب سے نمایاں مثالیں ہیں؛ بلکہ اس میں معدنیات، زرعی مصنوعات، کیمیکلز، کھادیں اور دیگر بہت سے وسائل بھی شامل ہیں۔ یہ بات تو تب بھی سچ ہے اگر یہ وسائل ان کی اصل قیمت پر خریدے جائیں۔ تو پھر اس وقت کیا عالم ہوگا جب ہم یہ تسلیم کر لیں کہ استعماری طاقتیں اکثر انہیں ایسی ترتیبوں کے ذریعے معمولی قیمتوں پر حاصل کر لیتی ہیں جو حقیقی تجارتی لین دین کے بجائے عطیات اور خیرات سے زیادہ مشابہت رکھتی ہیں؟

درحقیقت، مغرب بودا اور کمزور ہے جو مسلم امت کے وجود پر طفیلیوں (parasites) کی طرح پل رہا ہے۔ اگر مسلم دنیا کی گہرائی تک پھیلی ہوئی ان کی شہ رگیں کاٹ دی جائیں تو ان کی ریاستیں فوراً شدید مشکلات کا شکار ہو جائیں گی۔ جنگ کے چند دنوں نے پہلے ہی اس حقیقت کو بے نقاب کر دیا ہے، بالکل اسی طرح جیسے انہوں نے ناقابلِ تسخیر مغربی فوجی طاقت کے افسانے کو بھی فاش کر دیا ہے۔

مسلم امت کے پاس وہ تمام وسائل، صلاحیتیں اور افواج موجود ہیں جو اسے استعماری طاقتوں کی محتاجی سے آزاد کرانے اور یہاں تک کہ بین الاقوامی سطح پر ان کا مقابلہ کرنے کے لیے ضروری ہیں۔ جس چیز کی کمی ہے وہ ایک مخلص قیادت ہے جو

اس کے معاملات کا چارج سنبھالے، یعنی وہ خلیفہ راشد جو اس کی صلاحیتوں اور وسائل کو بروئے کار لا کر اسے دنیا کی قیادت کے اس مقام پر واپس لے جائے جس کی وہ حقدار ہے، جیسا کہ وہ کئی صدیوں تک اس منصب پر فائز رہی تھی۔

﴿وَإِنَّ جُندَنَا لَهُمُ الْغَالِبُونَ﴾ "اور بے شک ہمارا لشکر ہی غالب آنے والا ہے"۔ (سورۃ الصافات: 173)

===

حقیقی تبدیلی جڑوں سے شروع ہوتی ہے

حقیقی حل تصورات کی تبدیلی اور درستی، شریعت کی حاکمیت کی بحالی اور ایک ایسی ریاست کے قیام سے شروع ہوتا ہے جو اسلام کو اس کی تمام تر تفصیلات کے ساتھ، بغیر کسی کمی کے، نافذ کرے۔ یہ موجودہ نظام میں شمولیت یا اس کے قوانین میں پیوند کاری کے ذریعے حاصل نہیں کیا جا سکتا۔ بلکہ، اس کے لیے رسول اللہ ﷺ کے طریقہ کار پر مبنی ایک نظریاتی سیاسی جدوجہد کی ضرورت ہے: ایک فکری کشمکش جو بنیاد کے فساد کو بے نقاب کرے، اور ایک سیاسی جدوجہد جو حکمرانوں کی سازشوں کو فاش کرے، اور اس کے ساتھ ساتھ ایک ایسی نئی اتھارٹی کے قیام کے لیے نصرۃ (عسکری مدد) طلب کرنا جو اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی نازل کردہ وحی کے مطابق حکومت کرے۔

امت کو یہ ادراک کرنے کی ضرورت ہے کہ اس کی تکالیف محض تقدیر کا معاملہ نہیں ہیں اور نہ ہی یہ عارضی غلطیوں کا نتیجہ ہیں۔ بلکہ، یہ ایک ناقص نظریۂ حیات کا فطری نتیجہ ہیں۔ بنیادی تبدیلی میں جتنی تاخیر ہوگی، بحرانوں کا یہ چکر اتنا ہی طویل ہوتا جائے گا۔ البتہ، اگر یہ وسیع سیاسی شعور بیدار ہو جائے کہ اسلام ہی وہ جامع متبادل ہے، اور اگر اس شعور کو نبوت کے نقشِ قدم پرقائم خلافتِ راشدہ کے قیام کے لیے ایک منظم منصوبے میں تبدیل کر دیا جائے، تو حالات کا دھارا بدل جائے گا۔

پیوند کاری سے کبھی کوئی بیداری پیدا نہیں ہوتی، اور علامتی علاج کسی دائمی بیماری کو ختم نہیں کرتے۔ حقیقی تبدیلی جڑوں سے شروع ہوتی ہے: یعنی اللہ کی نازل کردہ تمام وحی کے مطابق حکمرانی کو زندگی کے تمام پہلوؤں کی بنیاد بنا کر۔ صرف تب ہی حقیقی استحکام، عوام کے معاملات کی مخلصانہ نگہبانی، اور ایک ایسی بیداری پر بامعنی گفتگو ہو سکتی ہے جو درآمد شدہ نسخوں کے بجائے امت کے اپنے عقیدے سے پھوٹی ہو۔

===

کیا اب وقت نہیں آ گیا کہ اسلامی امت اپنی دولت اپنے مفادات پر خرچ کرے؟!

جمعرات 21 مئی 2026 کو، سعودی جنرل انٹرٹینمنٹ اتھارٹی نے ایک نئے سعودی مصری اتحاد کا اعلان کیا جس کا مقصد خطے میں بڑی تقریبات کے لیے ایک مربوط نظام تیار کرنا ہے، تاکہ دونوں ممالک کو عالمی فنکاروں اور ستاروں کی توجہ حاصل کرنے کے لیے ایک ہی راستے پر جوڑا جا سکے! دریں اثنا، بدھ 20 مئی 2026 کو، خلیج تعاون کونسل (جی سی سی) کے ممالک اور برطانیہ نے تقریباً 5 بلین ڈالر مالیت کے ایک تاریخی اور بڑے آزاد تجارتی معاہدے کا اعلان کیا، جس کے نتیجے میں برطانیہ خلیجی بلاک کے ساتھ ایسا معاہدہ کرنے والا پہلا G7 ملک بن گیا۔

اس کی بنیاد پر، حزب التحریر کے مرکزی میڈیا آفس کے ڈائریکٹر، انجینئر صلاح الدین عضاضہ نے ایک پریس بیان میں کہا: "اس طرح، مسلمانوں کے حکمران امتِ مسلمہ کی دولت ضائع کرنا جاری رکھے ہوئے ہیں۔ ابھی کل ہی ہم نے انہیں مغربی کمپنیوں سے ان کی مارکیٹ ویلیو سے زیادہ قیمتوں پر سامان خریدنے کے لیے سینکڑوں اربوں کے سودے کرتے دیکھا۔ ہم نے انہیں دیوالیہ پن کے دہانے پر کھڑی مغربی کمپنیوں کو بچانے کے لیے 'خود مختار دولت فنڈز' (sovereign wealth funds) خرچ کرتے ہوئے بھی دیکھا۔ ان اور دیگر سودوں کا مقصد اس کے سوا کچھ نہیں کہ امت کا پیسہ مغربی معیشت میں جھونکا جائے، جو اب آنے والے زوال کے خوف کی گرفت میں ہے—ایسا زوال جو پچھلے تمام زوالوں سے کہیں زیادہ تباہ کن ہو سکتا ہے"۔

انہوں نے مزید کہا: "درست اقدام تو یہ ہوتا کہ یہ رقوم مسلم ممالک کی معاشی اور عسکری صلاحیتوں کو ترقی دینے پر خرچ کی جاتیں، تاکہ وہ مغرب کے زیرِ کنٹرول ٹیکنالوجی میں خود کفیل ہو سکیں، اور روزگار کے ایسے مواقع پیدا کیے جاتے جو جاری 'برین ڈرین' (ذہین افراد کے انخلا) کو روکتے، جو کہ معاشی مشکلات، عوامی زندگی کے گھٹن اور سیاسی میدان سے بے دخلی کی وجہ سے پیدا ہونے والا ایک رجحان ہے"۔

===

مرکزی اداریے کے نیچے

اے مسلمانو! ایک نیا عالمی نظام قائم کرنے کے لیے آپ سے زیادہ کوئی موزوں نہیں ہے

بین الاقوامی قانون کا وجود اس معنی میں تو ممکن ہے کہ ایسے قوانین ہوں جو مختلف معاشروں اور سیاسی اکائیوں کے درمیان نافذ العمل ہوں۔ تاہم، یہ بات درست نہیں ہے کہ کوئی ایک ہی عالمی ریاست ہو جو پوری دنیا کے معاملات کو کنٹرول کرے، کیونکہ ہر ریاست اپنی اتھارٹی اور خود مختاری رکھتی ہے، اور کسی دوسری ریاست کو اس پر کوئی برتری حاصل نہیں ہوتی۔

اس کے بجائے، ایسی بین الاقوامی روایات اور معاہدے ہو سکتے ہیں جنہیں ریاستیں اپنے باہمی تعلقات میں مشترکہ مفاد کے معاملات کو منظم کرنے کے لیے اختیار کرتی ہیں۔ اس کی ایک مثال 'حلف الفضول' ہے، جس میں رسول اللہ ﷺ نے اپنی نبوت سے پہلے شرکت فرمائی تھی۔ اس اتحاد میں کئی عرب قبائل مظلوم کی مدد کے لیے متحد ہوئے تھے۔ اپنی نبوت کے بعد رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:**«لَقَدْ شَهِدْتُ فِي دَارِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ جُدْعَانَ حِلْفاً، مَا أُحِبُّ أَنَّ لِي بِهِ حُمْرَ النَّعَمِ، وَلَوْ أُدْعَى بِهِ فِي الْإِسْلَامِ لَأَجَبْتُ»** "میں نے عبداللہ بن جدعان کے گھر میں ایک ایسے معاہدے میں شرکت کی تھی کہ مجھے اس کے بدلے میں سرخ اونٹ (جو اس وقت کا قیمتی ترین اثاثہ تھے) ملنا بھی پسند نہیں تھا۔ اور اگر اسلام میں بھی مجھے اس جیسے کسی معاہدے کی طرف بلایا جائے تو میں ضرور لبیک کہوں گا" (سنن الکبریٰ للبیہقی)۔

اسی مناسبت سے، اے مسلمانو! ایک ایسا عالمی نظام قائم کرنے کے لیے آپ سے زیادہ کوئی موزوں نہیں ہے جس کی بنیاد عدل، انصاف، مظلوموں کی حمایت اور مصیبت زدہ لوگوں کی فریاد رسی پر ہو۔ کیونکہ صرف آپ ہی وہ لوگ ہیں جو اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ اس صحیح نظریے (آیڈیالوجی) کے وارث ہیں جس نے بارہ صدیوں سے زیادہ عرصے تک دنیا کے ایک بڑے حصے پر حکمرانی کی تھی۔ اس دور میں دنیا نے اسلام کا عدل و انصاف دیکھا، مظلوموں کی پشت پناہی دیکھی، اور مذہب، نسل، قوم یا سماجی رتبے کی تفریق کے بغیر ضرورت مندوں کی مدد کا مشاہدہ کیا۔

اس حقیقت کی گواہی دور اور نزدیک کے لوگوں، بلکہ دوستوں سے پہلے دشمنوں نے بھی دی ہے۔ اے مسلمانو! آپ ہی وہ لوگ ہیں جن سے دنیا بھر کے کمزور اور ستم رسیدہ لوگ اس سرمایہ دارانہ نظام سے نجات اور انصاف کی امید لگائے بیٹھے ہیں جس نے بڑی طاقتوں کے چند سرمایہ داروں کے مفاد کے لیے ان کا استحصال کیا ہے۔

یہ مت کہو کہ تم کمزور ہو یا گروہوں میں بٹے ہوئے ہو۔ اس کے بجائے، تم نبوت کے نقشِ قدم پر خلافت قائم کر کے پہل کرنے کی پوری صلاحیت رکھتے ہو، جس کی طرف حزب التحریر تمہیں پکارتی ہے۔ اسی خلافت میں تمہاری دنیا کی عزت اور آخرت کی کامیابی ہے۔ اسی میں انسانیت کو سرمایہ دارانہ نظام کی زیادتیوں سے نجات دلانا مقصود ہے۔ لہٰذا، حزب التحریر کے ساتھ مل کر جدوجہد کرنے، اس کی حمایت کرنے اور اس کی بیعت کرنے میں جلدی کریں۔

===

ایران کو اپنی ایٹمی ہتھیاروں کی صلاحیت سے دستبردار نہیں ہونا چاہیے

امریکہ، وہ ممالک جو سابقہ P5+1 گروپ کے ارکان تھے، اور غاصب وجود (اسرائیل) کا اس بات پر اصرار کہ ایران کو ایٹمی صلاحیتوں کے حصول سے روکا جائے یا اس کی کوشش کی جائے، کسی بھی جائز اصول، قانون، کنونشن یا کسی دوسرے معقول جواز پر مبنی نہیں ہے۔ دنیا میں بہت سی ایسی ریاستیں ہیں جو ایٹمی صلاحیتوں اور ایٹمی ہتھیاروں کی مالک ہیں: جن میں امریکہ (جو جنگ میں ان کا استعمال کرنے والا واحد ملک ہے)، اور اسی طرح روس، چین، شمالی کوریا، بھارت، پاکستان، برطانیہ، فرانس اور یہودی وجود شامل ہیں۔ پھر کیوں ان صلاحیتوں کو ان ریاستوں کے لیے جائز سمجھا جانا چاہیے لیکن مثال کے طور پر ایران کے لیے ممنوع قرار دیا جا رہا ہے؟

اگر یہ ممالک یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ان کے پاس ایٹمی ہتھیاروں کا ہونا جنگ کے ہتھیار کے بجائے ایک دفاعی رکاوٹ (ڈیٹرنس) کے طور پر کام کرتا ہے، تو پھر یہ بات اور بھی زیادہ قوت سے لاگو ہوتی ہے کہ کوئی بھی ریاست جسے کسی ایسے حریف یا دشمن کا سامنا ہو جس کے پاس ایسے ہتھیار ہوں، اسے بھی انہیں حاصل کرنے کا حق حاصل ہونا چاہیے، تاکہ دفاعی توازن قائم رہے اور کوئی بھی فریق مکمل تباہی کے خطرے سے دوچار نہ ہو۔ یہی وہ صورتحال تھی جو دو بڑی طاقتوں، امریکہ اور سابقہ سوویت یونین کے درمیان پیش آئی تھی، اور آج بھی بھارت اور پاکستان کے تعلقات میں یہ حقیقت واضح طور پر نظر آتی ہے۔

جہاں تک ایران کا تعلق ہے، اگر وہ امریکہ کے سامنے سر تسلیم خم کر دے اور اپنے یورینیم کے ذخائر حوالے کر دے، تو اس نقطہ نظر کے مطابق، وہ خود کو یہودی وجود کے ایسے فوجی حملوں کے خطرے میں ڈال دے گا جن کا سامنا کرنے کی شاید وہ سکت نہ رکھتا ہو۔ یہاں تک کہ یہ دلیل بھی دی جاتی ہے کہ ایسی صورتحال میں آنے والی دہائیوں تک اس کی صلاحیتوں کو تباہ کرنے کے لیے ایٹمی ہتھیاروں کا استعمال بھی کیا جا سکتا ہے۔ اس ضمن میں ان بیانات کا حوالہ دیا جاتا ہے جو ان (یہودی وجود) کے وزیر اعظم سے منسوب ہیں، جنہوں نے فارسیوں کے خلاف یہودیوں کے ایک تاریخی غم و غصے کا ذکر کیا تھا جو سائرسِ اعظم کے دور سے چلا آ رہا ہے۔

دوسری طرف، اگر ایران جھکتا نہیں ہے اور اس کے بجائے ان صلاحیتوں کو برقرار رکھتا ہے جو اس نے دہائیوں میں حاصل کی ہیں، تو اسے ممکنہ طور پر بڑھتے ہوئے دباؤ کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اس کے باوجود، وہ ایک قابلِ ذکر طاقت اور اہمیت کی حامل ریاست کے طور پر برقرار رہے گا۔

مزید اہم بات یہ ہے کہ یہ دلیل دی جاتی ہے کہ ایران فکری طور پر اپنے نظام کو اسلامی بنیادوں پر دوبارہ استوار کرنے سے زیادہ دور نہیں ہے، ایسا نظام جو نہ تو قوم پرستی کی پابندیوں میں جکڑا ہو اور نہ ہی فرقہ وارانہ تحفظات تک محدود ہو۔ ایران کے حکمرانوں پر زور دیا جاتا ہے کہ وہ یاد رکھیں کہ امتِ مسلمہ کی تاریخ فارسی، عرب یا تورانی شناختوں سے کہیں زیادہ گہری ہے، اور اس امت نے (ہر دور میں) زیادہ ثابت قدمی اور لچک کا مظاہرہ کیا ہے۔ مزید برآں، یہ کہا جاتا ہے کہ وہ امت جو اپنے پورے نظام کو کسی دوسری ملاوٹ کے بغیر خالصتاً اسلامی عقیدے کی بنیاد پر تعمیر کرتی ہے، عالمی سطح پر قیادت سنبھالنے کی اہل ہو جائے گی۔

===

حقِ خود ارادیت یا شام کی تقسیم؟!

شام کی دروز کمیونٹی کے روحانی پیشوا حکمت الہجری نے حقِ خود ارادیت اور دمشق حکومت سے مکمل طور پر علیحدہ ایک خود مختار انتظامیہ کے قیام کے اپنے مطالبے کو ایک بار پھر دہرایا ہے، اور یہ اعلان کیا ہے کہ "آزادی اور حقِ خود ارادیت کا اختیار کسی سودے بازی یا مشروط وفاداریوں کے تابع نہیں ہے"۔ ان بیانات کے ساتھ ساتھ الہجری کی جانب سے امریکی صدر ٹرمپ اور یہودی وجود کے وزیر اعظم نیتن یاہو سے "دروز کے تحفظ" کے لیے شام میں مداخلت کی سرعام اپیلیں بھی کی گئیں۔ رپورٹوں سے یہ بھی انکشاف ہوا ہے کہ واشنگٹن میں ان کے نمائندے نے امریکی حکام کے ساتھ ملاقاتیں کیں تاکہ دمشق حکومت کے خلاف ایک مسلح بغاوت کا منصوبہ پیش کیا جا سکے، جس کے لیے مبینہ طور پر اسرائیلی وجود کی حمایت حاصل ہوگی۔

الرایہ میگزین کا اس پر تبصرہ ہے کہ ایک مذہبی پیشوا کا اپنے ہی ملک کے معاملات میں مداخلت کے لیے یہودی وجود کے وزیر اعظم سے کھلم کھلا اپیل کرنا غداری کے واضح ترین مظاہر میں سے ایک ہے۔ یہ کھیل کوئی نیا نہیں ہے؛ جب سے سائیکس پیکو معاہدے نے امت کے وجود کو پارہ پارہ کیا ہے، اس کے دشمنوں نے فرقہ وارانہ اور نسلی شناختوں کو تقسیم کے ہتھیار کے طور پر استعمال کرنے کے فن میں مہارت حاصل کر لی ہے۔ وہ چھوٹے نسلی اور گروہی گروہوں کے دلوں میں خوف پیدا کرتے ہیں، پھر خود کو ان کے محافظ اور نجات دہندہ کے طور پر پیش کرتے ہیں، تاکہ اس کے بعد پورے خطے پر اپنی گرفت مزید مضبوط کر سکیں۔ آج "دروز کے تحفظ" کا دعویٰ تقسیم در تقسیم کے ان طویل مدتی استعماری منصوبوں کی محض ایک اور کڑی ہے۔

کئی صدیوں تک نسلی اقلیتیں اور مذہبی برادریاں اسلامی ریاست کے تحت اپنی عزت، جان اور مال کے مکمل تحفظ کے ساتھ زندگی بسر کرتی رہی ہیں۔ آج اس ریاست کی عدم موجودگی میں، اسلام کو خوف پھیلانے کے ایک بہانے کے طور پر استعمال کیا جا رہا ہے، اور مسلمانوں کو دہشت کی علامت بنا کر پیش کیا جا رہا ہے تاکہ علیحدگی پسندی کا جواز پیدا کیا جا سکے۔ تاہم، وہ علیحدگی جسے یہ مذہبی پیشوا ناانصافی کے حل کے طور پر پیش کر رہے ہیں، درحقیقت ایک نئے طرز کے غلبے اور کبھی نہ ختم ہونے والی غیر ملکی سرپرستی کا ایک چور دروازہ ہے۔

===

خلافت نے ایک ایسا معاشرہ قائم کیا جہاں بے حیائی تفریح کا ذریعہ نہیں تھی۔

اے لوگو! کیا اب وقت نہیں آ گیا کہ اس فاسد سیکولر نظام کا ایک حقیقی متبادل تلاش کیا جائے جو ہماری خواتین اور بچوں کے تحفظ میں ناکام ہو چکا ہے؟۔ 1300 سال سے زائد عرصے تک، خلافت نے ایک مختلف راستہ فراہم کیا، یہ کوئی تصوراتی دنیا (utopia) نہیں تھی، کیونکہ اسلام یہ دعویٰ نہیں کرتا کہ جرم مکمل طور پر ختم ہو جائے گا، بلکہ یہ ایک ایسا نظام ہے جو مجرمانہ رویے کی جڑوں کا تدارک کرتا ہے اور جب جرم سرزد ہو جائے، تو تیز رفتار، پختہ اور باوقار انصاف فراہم کرتا ہے۔

جب ایک نگران نے ایک لونڈی کو بدکاری پر مجبور کیا، تو خلیفہ عمر بن الخطابؓ نے اسے کوڑے مارنے اور جلاوطن کرنے کا حکم دیا، جبکہ متاثرہ خاتون کو سزا دینے سے انکار کر دیا کیونکہ اس کے ساتھ زبردستی کی گئی تھی۔ ایسا کر کے انہوں نے اس بات کی توثیق کی کہ اسلام ذمہ داری صرف مجرم پر ڈالتا ہے، نہ کہ کمزور مظلوم پر۔

جب 711 عیسوی میں سندھ کے راجہ داہر نے تاجروں کی یتیم بیٹیوں کو قیدی بنا لیا، تو حجاج نے محمد بن قاسم کی قیادت میں ایک لشکر روانہ کیا، جس نے انہیں رہا کروایا اور اس خطے کو فتح کیا۔ اسی طرح، جب ایک بچے کو اغوا کیا گیا اور اسے اپنا دین تبدیل کرنے پر مجبور کیا گیا، تو عباسی خلیفہ المہدی نے بچے کی واپسی اور اغوا کاروں کو سزا دینے کا حکم دیا۔ خلافت نے مظاہروں، مہمات یا سوشل میڈیا ہیش ٹیگز کا انتظار نہیں کیا؛ اس نے کمزور بچوں کی خاطر افواج کو متحرک کیا۔

خلافت نے ایک ایسا معاشرہ تعمیر کیا جس میں بے حیائی کو تفریح کے طور پر فروغ نہیں دیا جاتا تھا، جہاں خواتین اور بچوں کو محض فروخت ہونے والی اشیاء نہیں سمجھا جاتا تھا، اور جہاں فحاشی کو ذہنوں میں زہر گھولنے کی اجازت نہیں دی جاتی تھی۔ ریاست نے کمزوروں کے تحفظ کی ذمہ داری خود سنبھالی تھی۔ ایک اکیلی عورت کی پکار ایک پورے لشکر کو حرکت میں لانے کے لیے کافی ہو سکتی تھی۔

یہی وہ فرق ہے۔ نبوت کے نقشِ قدم پر قائم ہونے والی خلافتِ راشدہ محض سزاؤں کا کوئی مجموعہ نہیں ہے۔ بلکہ، اسے ایک ایسے واحد ڈھانچے کے طور پر پیش کیا جاتا ہے جو اس ماحول کو ختم کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے جو اپنی جڑوں سے جرم کو جنم دیتا ہے۔

===

اسلامی امت اس وقت ابھرے گی ہے جب وہ اپنا سیاسی شعور دوبارہ حاصل کر لے

مسلمانوں کی آج کی حقیقت صلیبیوں اور منگولوں کے دور سے بھی زیادہ پیچیدہ صورتحال کو ظاہر کرتی ہے۔ ایک واحد کمزور سیاسی ڈھانچے کے بجائے، اب درجنوں منقسم ریاستیں ہیں، جو مغرب کی محتاج اور اس کے ایجنٹوں کے زیرِ اثر ہیں، جن میں سے ہر ایک کی اپنی پالیسیاں، اتحاد اور سرحدیں ہیں۔ یہ حقیقت کسی بھی غیر ملکی طاقت کو اس قابل بناتی ہے کہ وہ ہر ملک کے ساتھ دوسروں سے الگ تھلگ معاملہ کرے اور ایک متحد سیاسی ارادے کے ابھرنے کو روک سکے۔ یہاں تاریخی سبق ایک بار پھر دہرایا جا رہا ہے: سیاسی ٹوٹ پھوٹ اور تقسیم وہ دروازے ہیں جن کے ذریعے امت کے دشمن اثر و رسوخ اور غلبہ حاصل کرتے ہیں۔ ان آفات کے بعد امت اس وقت دوبارہ ابھری جب اس نے اپنا سیاسی شعور بحال کیا اور ایمان کا عمل سے، اور عقیدے کا ریاست سے دوبارہ تعلق قائم کیا۔ فتح جذباتی تقریروں یا پرجوش خطابت کا نتیجہ نہیں تھی۔ اس کے بجائے، فتح اسلام کی بنیاد پر سیاسی اتھارٹی کی از سرِ نو تعمیر اور ایک ہی پرچم تلے صفوں کے اتحاد کا نتیجہ تھی۔ یہ وہ سبق ہے جسے آج سمجھنے کی ضرورت ہے: بیداری (نہضہ) واقعات پر ردِعمل دینے سے شروع نہیں ہوتی، بلکہ اسلام کے ذریعے حکمرانی کے ایک واضح منصوبے سے شروع ہوتی ہے، جو حاکمیت کو شریعت کا حق بناتا ہے، اتھارٹی کو امت کا حق قرار دیتا ہے اور ایک واحد قیادت کے تحت اس کی وحدت کو بحال کرتا ہے۔ صلیبی اور منگول حملے ہمیں یاد دلاتے ہیں کہ امت کمزور تو ہو سکتی ہے، لیکن اگر وہ اپنی صحیح سیاسی بنیادوں کی طرف لوٹ جائے تو وہ کبھی مٹتی نہیں ہے۔ البتہ، اگر یہ تقسیم کی حالت میں رہتی ہے اور حکمرانی اور اسلام کے درمیان علیحدگی کو برقرار رکھتی ہے، تو یہ صرف اپنی کمزوری کے انہی اسباب کو دوبارہ جنم دیتی ہے۔ سقوطِ بغداد اور القدس کی آزادی کے درمیان ایک گہری سیاسی بیداری پوشیدہ ہے۔ صرف اسی شعور کے ذریعے ہی امت اپنا مقام دوبارہ حاصل کر سکتی ہے، حالات کے شکار کے طور پر نہیں، بلکہ ایک ایسی امت کے طور پر جس کے پاس ایک عالمگیر پیغام ہو اور جو دنیا کے سامنے ایک تہذیبی منصوبہ پیش کر سکے۔

===

اسلامی معاشی نظام دنیا سے کٹنا نہیں، بلکہ محتاجی سے آزادی ہے

وہ ریاستیں جو اپنے منصوبوں کی مالی معاونت کے لیے سودی قرضوں پر انحصار کرتی ہیں، وہ ناکامی کے ایک چکر میں پھنس جاتی ہیں۔ وہ پچھلے قرضوں کی ادائیگی کے لیے (مزید) قرض لیتی ہیں، سود کی ادائیگی کے لیے اپنے شہریوں پر ٹیکس لگاتی ہیں، اور قرض دہندگان کو مطمئن کرنے کے لیے عوامی خدمات میں کٹوتی کرتی ہیں۔ اس طرح معیشت لوگوں کی فلاح و بہبود کے بجائے انہیں مفلس کرنے کا ایک آلہ بن جاتی ہے۔ اس کے برعکس، اسلام کے تحت، ریاست اپنے اخراجات کی مالی معاونت آمدنی کے حقیقی ذرائع سے کرتی ہے، شریعتِ مطہرہ کے احکام کے مطابق دولت کو دوبارہ تقسیم کرتی ہے، اجارہ داریوں کو روکتی ہے، اور معاشی انتشار کو پھیلنے کی اجازت دیے بغیر مارکیٹ کو منظم کرتی ہے۔ اسلامی تصور میں معاشی نظام دنیا سے الگ تھلگ رہنے کا نام نہیں ہے، بلکہ یہ محتاجی سے آزادی کا نام ہے۔ اسلامی ریاست تجارت کرتی ہے، معاہدے طے کرتی ہے اور درآمدات و برآمدات کے امور انجام دیتی ہے۔ البتہ، وہ کسی ایسے مالیاتی تسلط کے سامنے سر تسلیم خم نہیں کرتی جو اسے اپنی قانون سازی یا پالیسیوں کو تبدیل کرنے پر مجبور کرے۔ معاشی فیصلے اسلامی عقیدے سے اخذ کیے جاتے ہیں اور ان کا رخ بین الاقوامی مالیاتی اداروں کے ماہرین کی سفارشات کے بجائے شریعت کے مطابق امت کے مفادات کی خدمت کی طرف ہوتا ہے۔

===

فاسد سرمایہ دارانہ نظام: انصاف کے بغیر دولت اور اقدار کے بغیر آزادیاں

آج کی دنیا ایک انتہائی نازک موڑ پر پہنچ چکی ہے۔ سرمایہ دارانہ نظام (Capitalism) اب اپنے نقائص کو چھپانے یا اس اخلاقی انحطاط پر پردہ ڈالنے کے قابل نہیں رہا جو انسانی زندگی کی سطح پر ابھر آیا ہے۔ یہ ایک ایسا نظام ہے جو دولت کی پرستش کرتا ہے، خواہ اس کی خاطر پوری کی پوری قومیں ہی کیوں نہ کچل دی جائیں، اور یہ مارکیٹ کو اس حد تک تقدس فراہم کرتا ہے کہ خود انسانوں کو محض بکاؤ مال (اشیاء) بنا دیا جاتا ہے۔ یہ ایک ایسا نظام ہے جس نے انصاف کے بغیر دولت اور اقدار کے بغیر آزادیاں پیدا کی ہیں۔

جیسے جیسے یہ بحران گہرے ہوتے جا رہے ہیں، ایک ایسے نئے نظام کی ضرورت تیزی سے بڑھ رہی ہے جو انسانیت کو حقیقی حل پیش کر سکے؛ ایسا حل جو محض لفظی پیوند کاری یا فرسودہ نعروں پر مبنی نہ ہو بلکہ ایک حقیقی متبادل ہو۔ اس نقطہ نظر کے مطابق، وہ متبادل اسلام کا نظام ہے: ایک ایسا نظام جو روحانیت اور مادیت، آزادی اور ذمہ داری، اور انفرادی ملکیت اور انصاف کے درمیان توازن قائم کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ یہ ایک ایسا نظام ہے جو ریاست کو ظالموں کا آلہ کار نہیں بناتا، اور نہ ہی انسانوں کو کارپوریٹ حساب کتاب کے محض اعداد و شمار تک محدود کرتا ہے، بلکہ اس کے بجائے انسانی وقار کو تمام تر پہلوؤں پر مقدم رکھتا ہے۔

اس تناظر میں اسلام کے بارے میں بات کرنا کسی تعصب یا محض خوش فہمی کا اظہار نہیں ہے، بلکہ یہ اس دنیا کا ایک معروضی مطالعہ ہے جو سرمایہ دارانہ نظام کی ناکامیوں کے بوجھ تلے زوال پذیر دکھائی دیتی ہے۔ اگر انسانیت ایک پائیدار اور حقیقی بیداری (نہضہ) کی تلاش میں ہے، تو اسلامی نظریہ (ایڈیالوجی)، جو سچائی، عدل اور تحفظ کی اقدار کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہے، اس مقصد کے حصول کے راستے کے طور پر پیش کیا جاتا ہے۔

===